مسلک اہلحدیث کا علمی اور دینی ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور پاکستان

جلد ۳۵ | ۱۰ رجب ۱۴۰۴ھ | جمعۃ المبارک | ۱۳-۱۰ اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ ۳۶

مندرجات

حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
معاون
محمد سلیمان انصاری

سالانہ — ۵۰ روپے
فی پرچہ — ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے : ۲۰ پونڈ

علیم ناصری

مولانا ابوالکلام آزادؒ

سالارِ کاروانِ عزیمت ابوالکلام
بالغ نظر ادیب وہ شیوا بیاں خطیب
قرآں کا مفسّر و نبّاض و نکتہ سنج
دُردی کشِ حقائقِ توحید و معرفت
نطق و نوا میں برق و شرر تھے ستارہ ساز
دل میں غلامیٔ وطن و قوم کی کسک
اس کے خدنگِ فکر کا صیدِ زبوں فرنگ
اربابِ حریت کا حق آگاہ پیشوا!
اس کے قلم میں بُرّشِ تیغِ دو دم رہی
دن کو نبرد آزما جورِ فرنگ سے
وہ حریت پسند تھا مردِ نبرد تھا!
شاہد ہیں اس کی بزم کے زنداں کے بام و در
اس کو جھکا سکی نہ سزا قید و بند کی
میں بھی علیم اس کا عقیدت شعار ہوں

علم و خبر کے دشتِ جنوں میں خضر مقام
علّامِ ذی الفضیلت و بیّاسِ ذی الکرام
فرمانِ مصطفٰےؐ پہ عمل میں خجستہ کام
لبریزِ محکمات تھے اس کے سبو و جام
نوکِ قلم پہ کاہکشائیں تھیں خوش خرام
سینے میں سوزِ پستیٔ ملّت کا ازدحام
اس کی نگاہِ شوق کے اہلِ نظر غلام
مردانِ سرفروش کا جنگ آزما امام
تھا خود ملوکیت کے لئے تیغِ بے نیام
شب کو حضورِ حضرتِ حق سجدہ و قیام
سوہانِ روح تھا اسے افرنگ کا نظام
واقف ہیں اس کی رزم سے ملت کے صبح و شام
اس کو اسیر کر نہ سکے سیم و زر کے دام
میرا سلام اس کو بصد شوق و احترام

حق گو و حق پرست و حق آگاہ و حق سرشت
بادش مدام تا بہ ابد روضۂ بہشت

میلہ چراغاں۔ بازارِ عکاظ یا قومی ثقافت کا مظاہرہ؟

حکومتِ پنجاب کے با اختیار حکمرانوں کی خدمت میں

لاہور کے شالامار باغ کے گرد موسمِ بہار کے آغاز کے ساتھ ہی میلہ چراغاں منعقد ہوتا ہے۔ یہ میلہ بظاہر میلہ چراغاں کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا مقصد ایک بزرگ مادھو لال حسین کی قبر پہ عرس منانا اور اس پر چراغاں کرنا ہوتا ہے یہ چراغاں قبر کے احاطے میں موم بتیوں کی کثیر تعداد سے ایک الاؤ کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور دُور دُور تک اس کے شعلوں کی تپش محسوس کی جاتی ہے۔ عقیدت مند اپنی مروجہ بت پرستی کی "شریعت" کے تمام لوازم ادا کرتے ہیں۔ قبر کے ارد گرد ملنگوں کی ٹولیاں بھنگ نوشی کے ذریعے "سلوک و معرفت" کی منازل طے کرنے میں محو ہوتی ہیں اور ان کے مرید بھی اس "بوٹی" کی تعریف میں یوں رطب اللسان رہتے ہیں ؎

بنگے زدیم و سرِّ حقیقت شد آشکار
مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گماں نہ بود

قطع نظر اس سے کہ مذکورہ بزرگ اپنے نام کے "اعلان" کے ساتھ کہاں تک "بزرگانِ دین" کی صفوں میں شمار ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان سے منسوب کہانیاں کس حد تک اسلام کی تعلیم سے مطابقت رکھتی ہیں۔ ہمیں صرف اہل لاہور کے اس "موسمی تہوار" پر کچھ کہنا ہے ...... یہ چراغاں یا عرس جس کی حیثیت محض ایک میلے کی ہے مذکورہ بزرگ کی قبر سے بہت باہر نکل کر شالامار باغ کے باہر جی ٹی روڈ اور لنک روڈ پر دُور دُور تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ سڑکوں کے دونوں طرف دکانوں کی قطاریں اور ان پر فحش گانوں کے ریکارڈوں کی سمع خراش آوازیں اور ایک بے ہنگم غوغہ آرائی کا منظر پیش کرتی ہیں جن کو کوئی شریف آدمی سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ سڑک پر میلہ بازوں اور لفنگوں کا ایک دریا بہہ رہا ہوتا ہے جس میں سے گزرنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے۔ ٹریفک بند ہو جاتی ہے۔ انتہائی اہم کاموں یا کسی مریض کو ہسپتال لے جانے کے لئے متبادل راستوں کی تلاش ایک جانکاہ عمل ہوتا ہے نہ جانے کتنے لوگ اس ٹریونگ کے باعث دو تین دن تک اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ ارد گرد کے دیہات سے آنے والی شہدوں کی ٹولیاں غلیظ بولیاں اور گیت گاتی راستوں پر مسلط ہو جاتی ہیں۔ ان گندے گیتوں کا مقابلہ چلتا ہے۔ اور زبانوں کی غلاظت پنجاب کی ثقافت کی تصویر میں رنگ بھرتی ہے۔ اس تمام ٹھرپن کو دیکھ کر ایام جاہلیت کے بازارِ عکاظ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے بلکہ خیال ہوتا ہے کہ جاہلی شعراء جو عکاظ میں اپنی بدزبانی میں سبقت لے جاتے تھے اگر لاہور کے میلہ چراغاں کی غلیظ نغمہ سرائی کو سن لیں تو

طابع ● چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع ● ادمنی پرنٹرز لاہور ● ناشر ● محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت شیش محل روڈ۔ لاہور ۲

شرم سے ڈوب جائیں ...... اس پر طرّہ یہ کہ اس میلہ کا افتتاح لاہور کے میئر بڑے تزک و احتشام سے کرتے ہیں۔ اور پھر قبر پہ چادریں چڑھا کر اپنی نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ سرکاری سرپرستی میں ہوتا ہے اور قبر پہ حاضری دینے والے پنجابی شاعروں کی پذیرائی کی جاتی ہے۔

ہم گورنر پنجاب اور ان کی انتظامیہ سے بصد ادب گزارش کرتے ہیں کہ بفرضِ محال آپ لوگ بزرگوں کے عرس کو بزعمِ خویش کوئی دینی فریضہ اور خدمتِ اسلام سمجھے بیٹھے ہیں تو اپنے اسلام ہی کے نام پر سہی۔ اس فحاشی اور غلاظت کو تو بند کرائیں اور سڑکوں اور راستوں کو غریب شہریوں، بیماروں اور ناتوانوں کے لئے کھلا رکھنے کا اہتمام تو کریں۔ یہ کہاں کی ثقافت اور قومی روایت ہے کہ بدترین غنڈوں اور بدمعاشوں کو عوامی شاہراہوں پر کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ جیسے چاہیں دندناتے پھریں اور جو منہ میں آئے بکتے رہیں — اگر یہی آپ کی ثقافت ہے تو قبلِ اسلام کی جاہلیت کے میلوں اور آپ کے اس عرس اور چراغاں میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟۔

مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی اور مسلمانانِ پاکستان کے جذبات

حکومت بروقت اس کا تدارک اور احساس کرے

۱۷ فروری ۸۳ء کو قادیانیوں کے ہاتھوں مولانا محمد اسلم قریشی (سیالکوٹی) کا اغوا نہ کوئی معمہ ہے نہ کوئی افسانہ۔ یہ ایک حقیقت ہے اور پولیس کو پورا علم ہے کہ یہ اغوا کس نے کیا اور کس کے ایما پر کیا — یہ واقعہ ہر کہ و مہ کی زبان پر ہے کہ مولانا قریشی اس دن معراجکے (ضلع سیالکوٹ) جا رہے تھے کہ ان دو لڑکیوں کو اسلام کی آغوش میں واپس لائیں جنہیں مرزائیوں نے مرتد کر لیا تھا۔ راستے ہی میں انہیں اغوا کیا گیا اور آج ایک سال سے اوپر گزر گیا ہے نہ مولانا قریشی کا سراغ ملا ہے اور نہ ان کی حیات و موت کی خبر ملی —

— معلوم نہیں ان کو آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی —

سیالکوٹ کی پولیس بظاہر تو حرکت میں آئی مگر ان کی تلاش کا رُخ دانستہ ان راستوں کی طرف رکھا گیا جو "کعبۂ مقصود" سے ہٹ کر گذرتے ہیں — مسلمانانِ پاکستان نے پشاور سے کراچی تک اس واقعے پر احتجاج کیا۔ سیالکوٹ میں ۱۷ فروری ۸۳ء کو ایک ختمِ نبوت کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ملک بھر سے ہر مکتبِ فکر کے علماء نے اس موضوع پر خطاب کیا اور مولانا قریشی کی برآمدگی کا پر زور مطالبہ کیا۔ شہر بھر میں ہڑتال بھی کی گئی اور لوگوں نے حکومت کو متوجہ کرنے کے لئے اپنی مقدور بھر مساعی کا اظہار کیا مگر افسوس ہے کہ حکومت کی طرف سے اب تک کوئی یقین دہانی نہیں کرائی گئی کہ وہ اس معاملے میں کہاں تک مخلص ہے۔

اس کانفرنس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ اگر کوئی مثبت نتائج برآمد نہ ہوئے تو ۲۶ اپریل کو اسلام آباد میں یعنی حکومت کے بابِ عالی کے نواح میں ختمِ نبوت کانفرنس منعقد کی جائے گی اور اس کے نتیجے میں اگر قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کا جوش و جذبہ برانگیختہ ہوا تو اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ اب ۲ اپریل کے نوائے وقت میں یہ خبر واضح طور پر شائع ہوئی ہے کہ اگر مولانا اسلم قریشی کو جلد برآمد نہ کیا گیا تو ۲۷ اپریل کو فیصل آباد میں ختمِ نبوت کانفرنس ہوگی اور ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ نیز قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔

متذکرہ صورتِ حال بظاہر حکومت کو "گیدڑ بھبکی" سی محسوس ہوتی ہے مگر ہمیں خدشہ ہے کہ اگر حکومت اسی طرح خاموشی کا مظاہرہ کرتی رہی اور مسلمانوں کو محض "فرقہ پرستی" کا مریض سمجھتی رہی تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ کیونکہ مسلمانوں کے جذبات ختمِ نبوت کے سلسلے میں بہت نازک ہیں۔ جن کے سامنے بند باندھنا نہ پہلے کبھی سودمند ہوا ہے۔ اور نہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

درس حدیث

ملک عبدالرشید عراقی ۔ سوہدرہ

(۵)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطبۂ تبوک

(۳۰) وَالشِّعرُ مِنْ اِبْلِیْسُ

"اور شعر ابلیس کی طرف سے ہے۔"

شعر کلام موزوں و مقفیٰ کے ذریعے سے انسانی احساسات و تاثرات کی ترجمانی کا نام ہے۔ شعر میں چونکہ حق و باطل کا امتزاج ہوتا ہے اس لئے شعر کو شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔ شعر کا اتباع کرکے کوئی آدمی کامیاب و کامران نہیں ہو سکتا۔ نہ خالق کائنات کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ وہ اشعار جو صاحب ایمان و عمل صالح حضرات نے کہے ہیں اور صحیح ترجمانی کی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳۱) الخمر جماع الاثم

"شراب سارے گناہوں کا مجموعہ ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ شراب سارے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ ایک شرابی شراب کے نشہ میں ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ شراب کی حالت میں اُسے کسی قسم کی تمیز نہیں رہتی۔ اور بعض دفعہ شرابی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ اسے سُن کر اور دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قرآن مجید نے شراب کو شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ اس لئے شراب کو تمام گناہوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔

(۳۲) وَشَرُّ المَاکلِ مَالُ الیَتِیْم

"اور یتیم کا مال کھانا بہت ہی بُرا کھانا ہے۔"

کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کا مال کھائے تو وہ اس کو منع بھی کر سکتا ہے اور اس سے دریافت کر سکتا ہے کہ تم نے کس کی اجازت سے یہ حرکت کی ہے۔ لیکن بے چارہ یتیم اس پوزیشن میں نہیں ہوتا۔ وہ اس کو منع کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یتیم کا مال کھانا شر الماکل یعنی بہت ہی بُرا کھانا ہے۔ اس لئے ایسی حرکت سے باز رہو۔

(۳۳) وَالسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ

"اور سعید (خوش نصیب و کامیاب) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔"

وہ شخص سعادت مند اور خوش نصیب ہے جس کو براہ راست نصیحت یا تجربہ کی ضرورت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دیکھ کر برائی سے احتراز اور بھلائی کو اختیار کرے۔ اگر ہم خود اپنے آپ کو درست نہیں کر سکتے تو کوئی دوسرا ہمیں سعید و خوش بخت نہیں بنا سکتا جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کر سکتا اس پر نصیحت اور تنبیہ کا اثر شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

(۳۴) وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ

"اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو گیا۔"

سعید (نیک بخت) اور شقی (بدبخت) دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نیک بخت وہ ہے، جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے اور اپنی عادات و خصائل کو درست کرے۔ بدبخت ایسا نہیں کرتا۔ اور جو بدبخت بُری عادت نہیں چھوڑتا بلکہ آئے دن اس کی بُری عادات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور کسی دوسرے آدمی کی نصیحت بھی حاصل نہیں کرتا۔ یہی شخص حقیقی معنوں میں بدبخت ہے۔

(۳۵) وانما یصیر احدکم الی موضع اربعۃ اذرع والامر الی الآخرۃ

"اور تم میں سے ہر شخص بالآخر چار ہاتھ زمین ہی تک پہنچتا ہے اور معاملہ آخرت کے سپرد ہو جاتا ہے۔"

اور یہ تو عام حالات کی طرف اشارہ ہے ۲ گز زمین اور ۴ گز کپڑا سب کو کہاں میسر آتا ہے۔ کتنے لوگ دریا کی لہروں کی نظر ہو جاتے ہیں۔ کبھی آگ میں جل مرتے ہیں اور کئی جنگلی درندوں کی غذا بن جاتے ہیں۔ اور ایسے آدمیوں کو نہ زمین میسر ہوتی ہے اور نہ کپڑا۔

(۳۶) وملاک العمل خواتمہ

"اور عمل کی حقیقت اس کے آخری حصے میں ہوتی ہے"

اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کے اعتبار سے اس کا آخری عمل قابل قبول سمجھا جائے گا۔ مثلاً ایک آدمی جہاد میں جاتا ہے۔ اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میری شہادت کا سکہ دشمن پر بیٹھ جائے مگر میدانِ جنگ میں اس کی نیت رضائے الٰہی کی طرف ہو جاتی ہے تو اس وقت اس کا آخری مقصود اس کے عمل کی حقیقت قرار پائے گا۔

(۳۷) وشر الرؤیا رؤیا الکذب

"اور بہت ہی برا خواب ہے جھوٹا خواب"

اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خواب نہیں دیکھتے اور جھوٹا خواب بیان کرتے ہیں تو ان کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ یہ بہت ہی بری چیز ہے۔ اس لئے جھوٹا خواب بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۳۸) وکل ما ھو آت قریب

"اور جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے"

اس فقرے میں موت کی طرف اشارہ ہے۔ ہم روز دیکھتے ہیں کہ لوگ مرتے ہیں اور اس بات کو ذہن میں نہیں لاتے کہ آخر ہم نے بھی ایک دن مرنا ہے اور موت و مابعد الموت سے غافل ہیں۔ ہم یہاں سب طرح کے سامان کرتے ہیں مگر موت اور قیامت کے لئے کچھ نہیں کرتے ؎

آگاہ اپنے حال سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

(۳۹) وسباب المؤمن فسوق

"کسی صاحب ایمان کو گالی دینا کفر ہے"

گالی اچھی چیز نہیں۔ کافر کو بھی گالی دینا اسلامی شریعت میں جائز نہیں اور مومن کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۴۰) وقتالہ کفر

"(مومن) سے جنگ کرنا کفر ہے"

کافر سے دین کی خاطر جنگ جائز ہے مگر مومن سے جنگ کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ اگر کرے گا تو بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو گا۔

(۴۱) واکل لحمہ من معصیۃ اللہ

"اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے ہے"

غیبت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جس نے غیبت کی۔ اس نے مردہ بھائی کا گوشت کھایا۔ اس لئے ایسی برائی سے اجتناب کرنا چاہیئے (باقی)

مولانا منظور احمد چنیوٹی

قادیانیوں کو شعائرِ اسلام سے روکنے کا مطالبہ کیوں.....؟

م، ش کے سوال کے جواب میں

جناب م۔ش صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً روکنے کے مطالبہ کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے۔

موضوع نہایت اہم اور وقت کے عین تقاضے کے مطابق ہے۔ علماء کرام کو اس موضوع کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ مسئلہ کے تمام پہلو کھل کر سامنے آجائیں۔ اگرچہ موضوع تفصیل کا متقاضی ہے لیکن راقم نہایت اختصار سے کام لے گا۔

م۔ش صاحب تحریر فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم کے عقائد سے تعرض کرنے کا حق کس نصِ قرآنی سے حاصل ہے۔ جب کہ قرآن کریم (لا اکراہ فی الدین) مذہب میں تشدد اور جبر کا استیصال فرماتا ہے"

"احمدیوں کو اس لئے غیر مسلم قرار دیا گیا ہے کیوں کہ وہ ختمِ نبوت کے مسلّمہ عقیدہ کے خلاف مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتے ہیں اس لحاظ سے مرزا صاحب احمدیوں کے مؤسس نبی ہوئے۔ کیا یہ احمدیوں کا حق نہیں کہ وہ اپنے نبی کی تعلیمات کے مطابق اصطلاحات استعمال کر سکیں۔ کیا ہم نے کبھی عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی کوشش کی ہے"

اصل سوال کا جواب عرض کرنے سے قبل "لا اکراہ فی الدین" ارشادِ ربانی کا صحیح مفہوم واضح کرنا اشد ضروری ہے۔ کیوں کہ قرآنی علوم سے بے بہرہ لوگ اکثر اس کا مفہوم غلط لیتے ہیں اور اسے بے موقع اور غیر محل پر اکثر چسپاں کر دیتے ہیں۔ آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو دین اسلام میں لانے کے لئے اس پر جبر و اکراہ نہیں کیا جائے گا کہ اسے مجبور کر کے مسلمان بنایا جائے۔ اگر کوئی اپنی مرضی اور خوشی سے مسلمان ہوتا ہے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ بڑی خوشی سے ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر کوئی اسلام قبول نہیں کرنا چاہتا تو ہم اس کی گردن پر تلوار رکھ کر اسے زبردستی ہرگز مسلمان نہیں کریں گے لیکن جو شخص اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے تمام احکام قبول کرتا ہے۔ اب اگر وہ کسی حکم کی خلاف ورزی کریگا تو اسلام میں اس کی سزا مقرر ہے اس کا مستحق ہوگا اور وہ اُسے بھگتنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ اسے پہلے قبول کر کے ہی اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اگر چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر شادی شدہ زنا کرے گا اُسے سنگسار کیا جائے گا۔ اگر کسی کو ناحق قتل کرے گا اُسے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اگر دین کے کسی رکن یا عقیدہ کا انکار کرے گا تو اسے مرتد قرار دیا جائے گا۔ اور وہ ارتداد کی سزا قتل کا مستحق ہوگا۔ یہ جبر اور اکراہ نہیں ہے یہ تو اس کے عہد کی پابندی کرائی جا رہی ہے۔ اور عہد شکنی کی اسے سزا دی جا رہی ہے۔ اسلام کی یہ تمام پابندیاں وہ قبول کر کے ہی اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اب جب وہ کوئی پابندی توڑے گا۔ قانون شکنی کرے گا۔ سزا کا مستحق ٹھہرے گا اس کی مثال ایسی سمجھ لیں جیسے ایک فوجی سپاہی جو اپنی مرضی اور خوشی سے بھرتی ہوتا ہے۔ فوجی وردی پہن لیتا ہے۔ اب اُسے اپنے فوجی افسر کا حکم ماننا پڑتا ہے حکم عدولی کی صورت

ہیں اس کا کورٹ مارشل ہوگا۔ اس کو جرم کے مطابق سزا ملے گی۔ بغاوت کرے گا تو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ اسے کوئی عقلمند جبر و اکراہ نہیں کہے گا۔ لیکن جو شخص فوج میں بھرتی نہیں اس کا فوجی سپاہی نہیں اُسے وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

"لا اکراہ فی الدین" کے مفہوم کی اس وضاحت کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ غیر مسلم پر تو ہم کوئی جبر نہیں کر سکتے لیکن جو حکم کا اقرار کرے گا۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اس سے ہم اسلامی احکام کی پابندی کرائیں گے اور جب حکم کی وہ خلاف ورزی کرے گا۔ اس کی شریعت نے جو سزا مقرر کی ہوگی وہ اُسے ضرور دی جائے گی۔ کیونکہ اسلام کے اقرار میں وہ اسے تسلیم کئے ہوئے ہے۔

م۔ش صاحب! کہتے ہیں کہ "کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم کے عقائد سے تعرض کرنے کا حق کس نصِ قرآنی سے حاصل ہے؟"

واقعی شریعتِ اسلامی کی رُو سے ایک غیر مسلم اپنے عقائد۔ عبادات اور مذہبی رسُوم میں آزاد ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا۔ لیکن یاد رکھئے اسلامی ریاست میں غیر مسلم کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کی اجازت نہیں ہوتی۔ عیسائی ہندو۔ پارسی دیگر غیر مسلم اپنے مذہب کے مطابق اپنی عبادت کریں۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مرزائیوں کا معاملہ دوسرے غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ دوسرے تمام غیر مسلم اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں کوئی بھی مسلمان ہونے کا مدعی نہیں ہے۔ نہ ہی ان کی عبادات مسلمانوں جیسی ہیں اس کے برعکس مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ وہ دیگر ان تمام مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہیں لائے خواہ انہوں نے اس کا نام بھی نہیں سنا۔ ان کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج یقین کرتے ہیں۔

(دیکھئے مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کی کتاب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

لہٰذا قادیانیوں کو دوسرے غیر مسلموں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا اسلامی شریعت میں حکم علیحدہ ہے ایسے غیر مسلم جو بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہوں۔ نماز۔ روزہ بعض ظاہری اعمال بھی مسلمانوں جیسے کرتے ہوں۔ مسلمان ہونے کے مدعی بھی ہوں لیکن اسلام کے کسی رکن یا عقیدہ کا انکار کر دیں تو ایسے غیر مسلم کو اسلامی اصطلاح میں مرتد اور زندیق کہا جاتا ہے اور اس کا حکم باغی کا ہوتا ہے۔ اسے موقعہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس بغاوت و ارتداد سے باز آ جائے۔ بصورتِ دیگر اس کی گردن اڑا دی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی اصطلاحات کے استعمال کی اجازت تو ایک طرف رہی۔ اسلامی ریاست میں تو ان کا وجود ہی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ دیگر ہر نوع کے غیر مسلم اسلامی ملک میں رہ سکتے ہیں لیکن منافق۔ مرتد۔ زندیق کو باقی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ چہ جائیکہ انہیں اسلامی اصطلاحات کے استعمال کی کھلی اجازت دے دی جائے۔ تاکہ حق و باطل میں کسی قسم کا امتیاز ہی باقی نہ رہے۔ ایک غیر مسلم کافر اپنے مذہب کو اسلام بھی کہتا رہے۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہے۔ مسلمانوں کی طرح اذان دے۔ دیگر تمام شعائرِ اسلام مسلمانوں کی طرح استعمال کرتا رہے تو حق و باطل میں امتیاز کیسے باقی رہے گا۔ یہ تو اسلام کے ساتھ ایک بدترین مذاق ہوگا۔ ایک دوسرے کے متوازی دو دین چل رہے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو کافر بھی کہہ رہے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کر رہے ہیں۔ دونوں تو حق پر نہیں۔ ان میں ایک تو باطل ہے۔ اور باطل کو یا تو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ وہ باطل ہے یا اُسے ختم کر دینا چاہیئے۔ قرآن کریم کی نصِ قطعی موجود ہے جو اس مسئلہ کی وضاحت کر رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نے قبا بستی میں مسجد کے نام سے ایک عبادت گاہ تعمیر کی تھی جس کا نام ضرار رکھا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا افتتاح کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے وعدہ فرمالیا کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر نماز پڑھا کر افتتاح کر دوں گا۔ جب جنگ سے واپس "قبا" تشریف لائے اور جب وعدہ منافقین کی عبادت گاہ میں نماز پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو فوراً حکمِ خداوندی نازل ہوگیا۔ "لَا تَقُمْ فِيهِ اَبَدًا" کہ اے پیغمبر!

منافقین کی عبادت گاہ میں جاکر نماز پڑھانا تو کجا آپ کو وہاں جانے اور کھڑے ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا اس "مسجد" کو جلادیا گیا۔ اس کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ وہ بھی قادیانیوں کی طرح کلمہ پڑھتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ اذانیں دیتے تھے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی بنائی ہوئی مسجد کو باقی رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ وہاں اپنے پیغمبر کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ اس کا نام ونشان مٹوا دیا۔ تو اب م۔ش صاحب کس پر تشدد کا الزام لگائیں گے۔ اللہ تعالےٰ پر یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر تاریخ اسلام کا دوسرا عظیم واقعہ جس پر تمام صحابہ کا پہلا اجماع قائم ہوا۔ وہ منکرین زکوٰۃ اور منکرینِ ختمِ نبوت کا فتنہ ہے جو خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ وہ کلمہ پڑھتے تھے۔ اذانیں دیتے۔ قبلہ رُو ہو کر مساجد میں نمازیں ادا کرتے تھے۔

مرزا قادیانی کی طرح اس جماعت کے مؤسس مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان بھی رکھتا تھا۔ کیا اسے یا اس کی جماعت کو اسلامی مملکت میں برداشت کیا گیا۔ انہیں باقی چھوڑا گیا بلکہ انہیں مرتد قرار دیا گیا۔ ان کے ساتھ جنگ کی گئی۔ بائیس ہزار مسیلمہ کذاب کے متبعین قتل ہوئے۔ بارہ صد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں چھ صد کے قریب تو حفاظ قرآن کریم تھے جو شہید ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام قیمتی متاع اس جنگ میں جھونک دی تھی۔ اس کے بعد پورے اسلامی دور میں جب کبھی بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ختمِ نبوت کے بنیادی عقیدہ کا انکار کیا تو مسلمان حکمران حدیث نبوی "مَنِ ارْتَدَّ فَاقْتُلُوْهُ" پر عمل کرتے ہوئے سُنتِ صدیقی کو زندہ کرتے رہے۔

تو اب م۔ش صاحب بتائیں کہ صدیق اکبرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی "لا اکراہ فی الدین" کا معنیٰ نہیں سمجھتے تھے اور کیا وہ بھی تشدد اور جبر جیسے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔ انہوں نے مسیلمہ کذاب کے متبعین کو (مرزا قادیانی کے متبعین کی طرح) اپنے نبی کی تعلیمات کے مطابق عمل کیوں نہیں کرنے دیا بلکہ اس کے وجود کو ہی صفحۂ ہستی سے ختم کر دیا گیا۔

اس ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دوں۔ اگرچہ سطور بالا میں اجمالاً ذکر آچکا ہے لیکن اس کی وضاحت ضروری ہے۔ قادیانی شرعی نقطۂ نگاہ سے عیسائیوں۔ ہندوؤں، پارسیوں وغیرہ کی طرح ذمی غیر مسلم نہیں ہیں کہ جن کی جان۔ مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہو۔ ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو دارالسلام (اسلامی حکومت) میں رہتا ہو۔ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتا ہو۔ غیر مسلموں والا ٹیکس (جزیہ) ادا کرتا ہو۔ قادیانی چونکہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کا دعوےٰ ہے کہ حقیقی مسلمان ہم ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس لئے یہ ذمی کافر نہیں کہلا سکتے۔ یہ "کافر محارب" ہیں۔ ان کا حکم حربی کافر والا ہے۔ البتہ جو خود قادیانی ہوگا وہ مرتد کے حکم میں ہوگا۔ اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔ جو نسلی مرزائی ہیں وہ تمام "کافر محارب" ہیں۔ ان کی جان۔ مال۔ عزت و آبرو کی حفاظت کی اس وقت تک کوئی ضمانت نہیں جب تک وہ اپنے کو کافر تسلیم نہ کریں۔ کفار کی بہت سی انواع و اقسام ہیں اور ہر نوع کا حکم علیحدہ ہے۔

جناب م۔ش صاحب جو قادیانیوں کی وکالت کر رہے ہیں۔ پہلے تو وہ قادیانیوں، لاہوریوں، مرزائیوں سے یہ تسلیم کرائیں کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ پھر ان غیر مسلموں کی نوع متعین ہونی چاہیئے۔ اگر وہ کافر محارب یا زندیق یا مرتد قرار پاتے ہیں تو ان پر وہ احکام جاری ہوں گے۔ اگر وہ ذمی غیر مسلم قرار پاتے ہیں تو ان کے ساتھ ذمی غیر مسلموں والا معاملہ کیا جائے گا۔ پھر ذمی غیر مسلموں کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ اور ہر ایک کے احکام علیحدہ ہیں۔ اہل کتاب (عیسائی۔ یہودی)

(باقی ص ۱۵ پر)

قرآنیات

الحافظ عبد الاعلیٰ رحمانی کلیۃ القرآن الکریم والدراسات الاسلامیہ
الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ

تدوینِ قرآن اور رسم وضبطِ قرآن

وطنِ عزیز پاکستان میں طبع ہونے والے قرآن مجید اپنی حسین وجمیل اور رنگین ومتنوع طباعت، صحتِ متن اور اہتمام نقاط واعراب کے باعث پوری دنیا میں اپنی خاص شان رکھتے ہیں۔ بالخصوص حرمین الشریفین میں سب سے زیادہ تعداد ہمارے مطبوعہ مصاحف کی ہے مگر ان میں کئی ایسی غلطیاں موجود ہیں جن کا تعلق اگرچہ صرف کتابت سے ہے۔ متنِ قرآن کے غلط ہونے سے نہیں۔ مگر نادانستہ طور پر یہ غلطیاں معمولی نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہ ہر طرح سے مبرّا عن الخطا ہو۔ ہمارا اشارہ رسم الالفاظ وضبطِ حرکات سے ہے کہ ہمارے مصاحف کا رسم املائی ہے مصحفِ امام یعنی رسم عثمانی نہیں ہے۔ جب کہ اُمّت کے اکثر و بیشتر علماء کا اس بات پہ اتفاق چلا آرہا ہے کہ قرآن مجید کا رسم عثمانی کے مطابق نہ لکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ رسم کی انہی غلطیوں کی بنیاد پر ضبط میں غلطیاں ہیں۔ (آئندہ سطور میں آپ بالتفصیل ملاحظہ کریں گے) انہی فنّی تسامحات کی وجہ سے عرب کے اہلِ فن علماء پاکستانی مصاحف پر نہ صرف تلاوت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے جذبات انتہائی گرم ہیں کہ ہم انہیں ضبطِ تحریر میں نہیں لانا چاہتے۔

ہم نے "علم رسم وضبط قرآن" کے ماہر اپنے اساتذہ سے ان اصولوں کی تطبیق کا مطالبہ کیا تو پتہ چلا کہ ہمارے مصاحف کا رسم وضبط واقعی اصولوں سے لگا نہیں کھاتا۔ چنانچہ کافی تتبع کے بعد درج ذیل سطور میں بعض چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اس خیال سے کہ کوئی اللہ کا بندہ یا کوئی ادارہ صحیح رسمِ عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی طباعت کا اہتمام کرنے کا بیڑہ اٹھائے۔ اس سے قبل ایک بڑے اشاعتی ادارے کو راقم نے ان غلطیوں کی طرف توجہ دلائی۔ ان کے مطالبے پر بعض اغلاط کی نشاندہی کی۔ جواب موصول ہوا کہ جناب آپ کی نشاندہی درست ہے اور دلائل بھی مضبوط۔ مگر تبدیلیاں ناممکن ہیں کہ عوام الناس اس سے غلط تاثر لیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس موضوع پر بات کرنے سے قبل تدوینِ قرآن۔ تعریف رسم وضبط اور اس کی تاریخ اور حکم بیان کر دینا مناسب رہے گا۔

تدوینِ قرآن کا دورِ اوّل

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا۔ ہم تک متواتر منقول چلا آرہا ہے۔ اور جس کی تلاوت وقراءت کی طرح اس کی کتابت بھی ماثور چلی آرہی ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زبانی اُمّت کو سکھایا۔ اسی طرح اسے اپنی حیات ہی میں مکمل لکھوا دیا تھا۔ کاتبانِ وحی کی ایک بڑی تعداد[1] نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق اسے ضبطِ تحریر میں لایا۔ ملا علی القاری نے شرح قصیدہ رائیہ للامام الشاطبی کے شرح میں کی شرح میں روایت نقل کی ہے۔ آنحضورؐ نے حضرت معاویہ رضؓ

---

[1] طبقاتِ ابن سعد، طبری اور شرح مسلم للنووی کی بعض روایات کے مطابق یہ تعداد چالیس تھی۔

(کاتب وحی) سے فرمایا "دوات کا منہ کھلا رکھو تاکہ لکھتے وقت دقت نہ ہو۔ قلم کا قط ترچھا لگاؤ۔ بسم اللہ کی باء کو بڑا لکھو۔ سین کے دندانوں کو واضح کرو۔ میم کی آنکھ خوب واضح کرو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو اور رحمٰن کے نون کو دراز کرو اور الرحیم کو عمدگی کے ساتھ لکھو۔"

سب روایات اس بات پر متفق ہیں کہ پورا قرآن مجید حیات نبوی ہی میں آپ کی ہدایات اور نگرانی میں معرض تحریر میں آچکا تھا۔ صرف بات یہ تھی کہ وہ ایک موجودہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ کاغذ، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں سے۔ درختوں کے پتوں یا پتھر کے ٹکڑوں غرضیکہ جو سامان بھی میسر آیا اُسی پر لکھ دیا گیا۔ اور متفرق لکھا گیا۔ کسی صحابی کے پاس ایک سورت کسی کے پاس دوسری۔ زیادہ دارو مدار حفظ و تعلم اور عمل پر تھا۔

تدوینِ قرآن کا دورِ ثانی

دوسری بار حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے دورِ خلافت میں جمع کیا گیا۔ جس کا ایک سبب یہ تھا کہ مرتدین کے خلاف، خلافت اسلامیہ کی تادیبی کارروائیوں میں اور خصوصاً مسیلمہ کذاب کے خلاف ایک معرکہ آرائی میں ستر کے قریب وہ صحابہ شہید ہوگئے جو حافظ و قاری تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس خوف سے کہ کہیں قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ اہل قرآن کے یوں دنیا سے اُٹھ جانے کے باعث حضرت ابوبکرؓ کو قرآن یک جا کرنے کا مشورہ دیا جو کافی تأمل کے بعد قبول کر لیا گیا اور پھر حضرت زید بن ثابت نے کافی تأمل کے بعد اس کی تدوین کا بیڑا اٹھایا۔ تاآنکہ کافی محنت کے بعد پورے قرآن مجید کو مرتب کر لیا گیا مگر پھر بھی ایک جلد میں نہ تھا بلکہ مختلف مرتب صحیفوں میں تھا حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد امیر المومنین عمرؓ کے پاس یہ صحیفے رہے جہاں سے اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی تحویل میں آگئے۔

تدوینِ قرآن کا تیسرا دور

تیسری مرتبہ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں ایک جلد میں بین الدفتین جمع کیا گیا اور اس تدوین کے اسباب کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کا ظلِ ہمایونی عرب و عجم پر چھا رہا تھا۔ اس اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ عجمی لوگوں کو قرآن پڑھنے میں دقت پیش آگئی اور عربی قواعد و اعراب قرآنؐ سے نا آشنا ہونے کی وجہ آپس میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ نیز بعض جملے جو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر فرمائے تھے۔ بعض نے انہیں بھی قرآن کہنا شروع کر دیا۔ اور اختلاف قراءات پر بھی مبارزت شروع ہو گئی۔ ۳۰ھ میں آذربائیجان اور آرمینیہ کے جہاد میں شریک حضرت حذیفہ بن الیمان نے قرآن کے الفاظ میں اختلاف پیدا ہوتے خود دیکھا تو امیر المومنینؓ کو توجہ دلائی کہ لوگوں کو کلام الٰہی میں اختلاف کرنے سے بچایا جائے تاکہ تورات و انجیل کا سا حشر نہ ہو۔ اس پر آپ نے حضرت حفصہؓ کے پاس سے صدیقی عہد کے سب صحیفے منگوائے اور انصار و مہاجرین میں کاتبانِ وحی اور عرضہ اخیرہ کے واقف صحابہ کرام رضؓ کی ایک بڑی جماعت کو متعدد صحائف مرتب کرنے کے کام پر مامور کیا۔ جن کا رسم ایک اور قراءات مختلف تھیں۔ اس طرح ایک روایت کے مطابق پانچ اور دوسری کے مطابق آٹھ مصاحف مرتب کئے اور بلادِ اسلامیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ایک ایک نسخہ اور ساتھ اسی قراءت کا عالم معلم بھی بھیجا۔[1] یوں اُمت اختلاف و انتشار سے بچ گئی اور وعدہ الٰہی پورا ہو گیا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (باقی)

---

[1] تدوینِ قرآن کی تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو البرہان للزرکشی ج ۱ ص ۲۳۳-۲۴۱ الاتقان للسیوطی ج ۱/۱۶۶ اعجاز القرآن للدکتور مصطفیٰ حلبی ص ۲۵۱۔ شرح قصیدہ رائیہ للقاری، المقنع للدانی و شرح مورد الظمآن مقدمہ للعلامہ خراز التونسیؒ

درسِ قرآن

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری - نیپال

توکل علی اللہ کے چند ایمان افروز واقعات

توکل علی اللہ

وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ - یعنی "مومن بندے اپنے رب پر اعتماد و بھروسہ رکھتے ہیں"۔

توکل علی اللہ کی مثالیں تو بے شمار ہیں۔ سرِدست چند واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

پہلا واقعہ

دنیا جانتی ہے کہ مکہ میں کوئی انسانی آبادی شروع میں نہ تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں کوئی جانور کیا کوئی چڑیا تک ادھر سے نہ گزرتی تھی کیونکہ میلوں تک نہ کہیں پانی کا پتہ تھا نہ گھاس و سبزی کا نہ کسی غلہ و پھل کا نہ کسی جانور کا۔ ایسے سنسان و چٹیل میدان میں لے جا کر بال بچوں کو چھوڑنے کا جب حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تو بجد باوفا ہونے کے باوجود آپ نے خداوند کریم سے استفسار کیا۔ حَيْثُ لَا زَرْعَ وَلَا ضَرْعَ "کہ خدایا ایسی جگہ جہاں نہ کھیتی باڑی ہوتی ہے نہ غلہ و غذا میسر آسکتا ہے اور نہ کسی جانور کی چھاتی میسر آسکتی ہے کہ اس کے دودھ پر گزر بسر ہو جائے"۔ حضرت ابراہیمؑ کو مکرر حکم ہوا کہ ہاں ہاں ایسی ہی وادیٔ غیر ذی زرع میں لے جا کر ٹھہراؤ۔ سیدنا ابراہیمؑ نے اسی پر عمل کیا اور اپنی بیوی ہاجرہؑ اور نومولود شیرخوار فرزند اسماعیلؑ کو وہاں لے جا کر ٹھہرایا۔ اور خدا کو پکار کر کہا۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ - یعنی "اے رب میں نے تیرے ہی آسرے پر اپنی اولاد کو وادی غیر ذی زرع میں تیرے محترم گھر کے پاس چھوڑا ہے"۔

چنانچہ جب بیوی بچہ کو ٹھہرا کر واپس آنے لگے تو حضرت ہاجرہ نے سوال کیا۔ اِلٰی مَنْ تَتْرُكُنَا "کہ آپ ہمیں کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں؟"۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر دوبارہ یہی سوال کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے بڑے وثوق سے فرمایا اِلَی اللّٰهِ یعنی "خدا کے حوالے کئے جا رہا ہوں"۔

خدا کا حوالہ قبول کرتے ہوئے اس شیر دل خاتون نے بڑی خوشی سے کہا۔ "اِذًا لَا يُضَيِّعُنَا اللّٰهُ"۔ "خدا کا حوالہ ہمیں منظور ہے خدا ہمیں برباد نہ کرے گا"۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ خداوند کریم نے حضرت ہاجرہ کو برباد نہیں کیا۔ ان کے اس توکل علی اللہ کو پسند کرتے ہوئے خدا نے رہتی دنیا تک ان کی یادگار قائم کر دی۔ اس شیر دل خاتون نے خدا پر بھروسہ کیا اور جب حضرت ابراہیمؑ کا دیا ہوا چھاگل کا پانی اور کھجور وغیرہ چیزیں ختم ہو گئیں اور پیاس کی شدت سے جب ان کے لب خشک ہونے لگے تو وہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پر چڑھ کر نظریں دوڑانے لگیں کہ کہیں کوئی مسافر دور سے نظر آجائے تو اس سے کچھ پانی مانگ کر بچہ کے لب کو تر کر دیں۔ چنانچہ سات سات مرتبہ ہر دو سمت کی پہاڑیوں پر دوڑیں لیکن کوئی مسافر نظر نہیں آیا۔

خدا کی ذات پر بھروسہ رکھ کر جو کچھ ان کے بس میں تھا اس سے درگزر نہیں کیا اور پھر خدا نے ان کے اس سعی و توکل کی لاج رکھ لی کہ حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کے پاس ہی پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ حضرت ہاجرہؑ کو پانی نظر آیا تو دوڑ کر آئیں، تو اس پانی کو منڈیر بنا کر روکنے لگیں اور کہنے لگیں کہ زمزم زمزم یعنی ٹھہر ٹھہر وہ پانی ٹھہر گیا اور اس کا نام ہی زمزم پڑ گیا۔

آج ساری دنیا کے حاجی حضرت ہاجرہ کے نقش قدم پر دوڑ کے جاتے ہیں۔ سب کو صفا و مروہ کا سات سات مرتبہ طواف کرنا ضروری ہے اور یہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ہاجرہؓ نے اس سنسان وادی میں خدا کا حوالہ قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لئے ان کو زندہ و جاوید بنا دیا۔

دوسرا واقعہ حضرت علیؓ کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ پیسہ نہیں تھا حضرت فاطمہؓ کے پاس حضرت حسنؓ کو بھیجا کہ جا کر اپنی والدہ سے ایک درم لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ گھر میں صرف ۶ درم موجود ہیں۔ اُن سے آج راشن و غلہ وغیرہ خریدنا ضروری ہے۔ اگر ایک درم کم ہو جائے تو حساب سے غلہ نہیں ملے گا۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو دوبارہ بھیجا کہ وہ تھیلی پر بھروسہ کرتی ہیں خدا پر بھروسہ نہیں رہا، جاؤ اپنی والدہ سے کہہ دو کہ ان کے پاس چھ درم ہیں یہ سب دیدیں۔ چنانچہ حضرت حسنؓ ان چھ درموں کو لے کر آ گئے۔ آپ نے تمام درم سائل کو دیدیئے۔ حضرت علیؓ کا مکان لب سڑک تھا۔ ایک شخص اونٹ لیکر گذرا۔ حضرت علیؓ نے اس کو ادھار ایک سو چالیس درم میں خرید لیا۔ اور کہا کہ جیسے ہی درم ملیں گے میں ادا کر دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اس نے آپ کو نقد دیکر دو سو میں خرید لیا حضرت علیؓ نے ایک سو چالیس درم اونٹ والے کے پاس بھیج دیئے اور ساٹھ درم حضرت فاطمہؓ کے پاس بھیج دیئے۔ جب حضرت فاطمہ نے سوال کیا کہ یہ ساٹھ درہم آپ کو کہاں سے ملے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یعنی ”جو شخص ایک نیکی کرے گا۔ ہم اس کو دس گنا دیں گے،“ تم نے چھ درہم دیئے تھے اور میں نے خدا پر توکل کر کے سب سائل کو دے دیئے تو اللہ تعالیٰ نے اس بھروسے کی لاج رکھ لی اور اپنے قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہم کو دس گنا واپس کیا (منتخب کنز العمال وغیرہ)

تیسرا واقعہ عفان بن مسلم بصرہ کے ایک محدث ہیں۔ آپ خلق قرآن کے قائل نہ تھے۔ مامون نے اپنے گورنر کو خط لکھا کہ جو علماء خلق قرآن کا عقیدہ منظور نہ کریں ان کا وظیفہ بند کر دو۔ چنانچہ بصرہ کے گورنر نے آپ کو بلا کر خلیفہ مامون کا فرمان سنایا اور سفارش کی کہ آپ خلق قرآن کا عقیدہ منظور کر لیں ورنہ آپ کا وظیفہ بند ہو جائے گا۔ مگر آپ نے خلق قرآن کا عقیدہ منظور نہ کیا۔ گورنر نے فرمان سنا دیا کہ آج سے آپ کا پانچ سو روپے کا ماہوار وظیفہ بند کیا جاتا ہے۔ آپ نے گورنر کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ یعنی ”روزی کا ذمہ دار آسمان والا ہے۔“ یہاں سے پلٹ کر جب اپنے گھر پہنچے تو بیوی نے ماجرا پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ خلق قرآن کا عقیدہ منظور نہ کرنے کے سبب وظیفہ شہریہ بند ہو گیا۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں چالیس آدمی کھانے والے ہیں ان کا انتظام کیسے ہو گا؟ ابھی بیوی کا یہ جملہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے دروازہ کھولا تو شہر کے ایک صاحب خیر جو روغنیات کے تاجر تھے تشریف فرما ہوئے۔ مولانا سے سلام مسنون کے بعد کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ حکومت نے آپ کا پانچ سو روپیہ کا ماہوار وظیفہ بند کر دیا ہے۔ جی ہاں۔ تاجر نے کہا تو پھر کوئی مضائقہ نہیں آج کی تاریخ سے میں بر آپ کو ایک ہزار روپیہ ماہانہ دیا کروں گا۔ آپ میری یہ خدمت قبول فرمائیے اور پوری دلجمعی سے دین کی خدمت کیجئے۔ پہلی قسط ایک ہزار کی حاضر ہے (تذکرۃ الحفاظ)

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ یعنی ”جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات میں راستہ پیدا

کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کو کافی ہوگا۔"

یہ حضرات اس آیت کریمہ پر پختہ عقیدہ و یقین کامل رکھتے تھے۔

چوتھا واقعہ دورِ آخر کا ایک واقعہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا سُننے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی رقمطراز ہیں کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ جامع مسجد دہلی میں حوض کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حلقۂ سامعین میں وعظ و تبلیغ فرما رہے تھے۔ اتنے میں کچھ مجاورین مسجد تبرکات کے نام سے کچھ چیزیں جامع مسجد کے ایک کمرہ سے نکال کر باہر لائے۔ مسجد کے دوسرے تمام لوگ تعظیماً و احتراماً کھڑے ہو گئے لیکن مولانا بدستور ان سبھی چیزوں کے علی الرغم وعظ و تبلیغ میں مصروف رہے آپ نے ان چیزوں کے لئے کوئی قیامِ تعظیمی نہیں کیا۔ مجاورین ان تبرکات کو لال قلعہ میں اکبر شاہ ثانی کی زیارت کے لئے لے جا رہے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے ملاحظہ کے وقت مجاورین زار و قطار رونے لگے۔ بادشاہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اور بھی بناوٹ سے رونے لگے۔ آخر بادشاہ کے اصرار پر بتایا کہ جہاں پناہ ان تبرکات کی بڑی توہین ہو گئی۔ ہم کو اس کا قلق و غم ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آخر کیا ہوا۔ کہنے لگے۔ خاندانِ ولی اللہ کے ایک مولوی صاحب مسجد میں موجود تھے۔ جب ہم ان تبرکات کو لے کر چلنے لگے تو مسجد کے سارے لوگ ان کے احترام و تعظیم میں کھڑے ہو گئے مگر یہ مولوی صاحب اور ان کے معتقدین مسجد میں بیٹھے رہ گئے انہوں نے تبرکات کی کوئی تعظیم نہیں کی۔ آیندہ دوسرے لوگ اس کی تعظیم و احترام غیر ضروری سمجھیں گے تو ان تبرکات کی عزت جاتی رہے گی۔

بادشاہ نے کہا کہ مولوی صاحب سے دریافت کرونگا تم لوگ اطمینان رکھو۔ بادشاہ نے ایک چوبدار ہرکارہ کو بھیج کر مولوی صاحب کو طلب کیا۔ چونکہ بادشاہ نے ان کو بلا کسی تقریب و بلا کسی اہتمام کے طلب کیا تھا اور بادشاہ کا ایسا معمول کبھی نہ تھا اس لئے خاندان میں اختلاف ہوا اور سب نے مشورہ دیا کہ یہ طلبی بلا سبب ہے اس لئے ہرگز مت جاؤ۔ مولانا نے کہا۔ میں ضرور جاؤں گا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے مشورہ دیا کہ اگر جانا ہی ہے تو جاؤ مگر ریذیڈنٹ صاحب کو اطلاع کر کے جاؤ تاکہ بادشاہ کچھ بدنیتی سے کام نہ لے سکے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے انگریز ریذیڈنٹ سے بھی مل کر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ مالک و کفیل ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ مولانا نے اپنا فیصلہ سُنا کر یہ آیت کریمہ پڑھی۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ توبہ) یعنی "ہم کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا مگر اس قدر جس قدر اللہ نے ہمارے مقدر میں کر دیا ہے۔ وہ ہمارا مالک اور آقا ہے اُس پر ایمان لانے والے بھروسہ کرتے ہیں" آپ نے بادشاہ کے خط کا جواب دیا کہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ البتہ درباری تکلفات اور فرشی سلام کی پابندی نہ کر سکوں گا۔ مسنون قاعدہ کے مطابق صرف سلام پر اکتفا کروں گا۔

اس اطلاع کے بعد مولانا لال قلعہ تشریف لے گئے۔

بادشاہ دربارِ خاص سے اُٹھ کر اپنے محل سرا میں جا چکے تھے۔ مولانا سیدھے وہیں پہنچے اور سلام مسنون کر کے بادشاہ کے پاس بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے پُرتپاک ملاقات کے دوران کہا کہ مولانا صاحب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فضائل و مناقب ہم کو سُنائیے۔ مولانا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سفرِ ہجرت اہل مکہ کے مظالم۔ سفرِ طائف وغیرہ کے شدائد کچھ ایسے انداز سے بیان فرمائے کہ بادشاہ بھی زار و قطار رونے لگا۔ بادشاہ کی ہچکیاں بندھ گئیں مولانا نے وعظ ختم کیا اور بادشاہ کو کچھ سکون حاصل ہوا، تو بادشاہ نے پوچھا کہ مولانا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبرکات

جامع مسجد سے نکالی گئیں تو سب لوگ ان کی تعظیم بجا لائے لیکن آپ نے اس کی کوئی تعظیم نہیں کی۔ فرمایا کہ اوّل تو ان تبرکات (نعلین و موئے مبارک) کی صحت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں تبرک کی ہوتیں تو آپ کو ان کی زیارت کے لئے جانا چاہیئے نہ کہ یہ چیزیں آپ کے پاس کھینچ کر لائی جائیں۔

مولانا نے بادشاہ سے کہا کہ صحیح بخاری منگوائیے۔ جب صحیح بخاری آگئی تو مولانا نے کہا کہ اس میں آں حضرتؐ کے سنن و اقوال، افعال وغیرہ پوری صحت کے ساتھ درج ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سب چیزیں آنحضرتؐ سے منسوب ہیں مگر آپ نے ان کی کوئی عزت و استقبال اور کوئی تعظیم نہیں کی لیکن یہ رسمی بال و نعل مبارک جن کی صحت پر کوئی شہادت نہیں آپ نے اس کی تعظیم کو ضروری سمجھا۔ آخر کار مولانا نے فرمایا کہ جس رسول کریمؐ کی محبت میں ابھی آپ آنسو بہا رہے تھے اُسی کی آپ مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ سونے کے کنگن جو آپ پہنے ہوئے ہیں یہ سراسر ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مردوں پر حرام کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مولانا! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے تو اس کو ابھی میرے ہاتھ سے نکال دیجئے۔

افسوس! میرے دربار میں سینکڑوں علماء اب بھی ہیں مگر کسی نے یہ بات نہیں بتلائی۔ بادشاہ نے دونوں ہاتھوں کے کنگن نکال دیئے اور مولانا سے کہا کہ اسے آپ ہمراہ لیتے جائیں اور باہر فقیروں میں تقسیم کر دیں۔ مولانا نے کہا کہ آپ خود فقیروں میں تقسیم کر دیں۔ اگر میں تقسیم کے خیال سے لے گیا تو آپ کے درباری کہیں گے کہ اسمٰعیل بادشاہ کے کنگن اینٹھ لے گیا۔ اس لئے آپ خود مستحقین و فقراء میں تقسیم کر دیں۔

بادشاہ پر مولانا کے جلال و جمال کا پورا پورا سکہ بیٹھ گیا اور بادشاہ نے مولانا کو بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ سات خوان پارچہ غلاموں کے ہمراہ مولانا کے گھر بھیجا اور مولانا کو شاہی خلعت کے علاوہ ایک بہترین سواری دی۔

محترم ناظرین! اس واقعہ کو دیکھئے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے توکل کیا اور حق تعالیٰ نے ان کو کتنا بڑا اعزاز بخشا۔

بقیہ ص ۱۱: **قادیانیوں کو شعائرِ اسلام سے روکنے کا مطالبہ**

بھی ذمی غیر مسلم ہیں لیکن ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ ہندو، پارسی، سکھ یہ بھی ذمی غیر مسلم ہیں۔ لیکن ان کے احکام جدا ہیں ان کا ذبیحہ حرام ہے ان کی عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ لہٰذا ذمی کفار کے احکام بھی مختلف ہیں۔ اب سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی موجودہ پوزیشن میں جب کہ وہ شرعاً اور قانوناً غیر مسلم ہیں لیکن وہ اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر مصر ہیں اب وہ کس قسم کے کافر ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں اور انہیں اس پوزیشن میں ایک اسلامی حکومت میں کب تک برداشت کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حدیث اور سلف صالحین کے عمل سے اسے واضح کیا جائے۔ یہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک سوالیہ نشان ہے؟

(بشکریہ "چٹان" ۱۳ فروری ۱۹۸۴ء)

احکام و مسائل

مولانا محمد عبیداللہ صاحب عفیف
صدر مدرس دار الحدیث چینیانوالی۔ لاہور

جانور کے ساتھ بدفعلی کی سزا

سوال ایک لڑکا (بالغ) ایک گابھن بھینس کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب ہوا ہے۔ فریقین (بھینس والے اور لڑکے والے) اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی وضاحت چاہتے ہیں۔ یعنی لڑکے کی سزا کیا ہو گی اور بھینس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز اس کا دودھ پینے یا گوشت کھانے پر مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے؟ رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں۔

(سائل عاشق حسین گوندل۔ ایڈووکیٹ۔ ڈسکہ)

جواب بشرط صحت سوال واضح ہو کہ اس مسئلے میں فقہا اسلام کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جابر بن زیدؒ، حسن بصریؒ اور جناب علی رضی اللہ عنہ تو ایسے بالغ مرد پر حد کے قائل ہیں۔ یعنی اگر وہ کنوارہ ہے تو اس کو سو درّے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو رجم کر دیا جائے۔ اور امام شافعیؒ ایک قول کے مطابق کہتے ہیں کہ اسے بہرحال قتل کر دیا جائے اور بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ عَنْ عَمرو بن ابی عَمرو عن عکرمۃ عن ابن عباس قَالَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَتٰی بَھِیْمَۃً فَاقْتُلُوْہُ وَاقْتُلُوْھَا مَعَہٗ قَالَ قُلْتُ مَا شَانُ الْبَھِیْمَۃِ قَالَ مَا اَرَاہُ قَالَ ذَالِکَ اِلَّا اَنَّہٗ کَرِہَ اَنْ یُّوْکَلَ لَحْمُھَا وَقَدْ عُمِلَ بِھَا ذَالِکَ الْعَمَلُ وَقَالَ اَبُوْدَاؤدَ لَیْسَ ھٰذَا بِالْقَوِی (سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود ج ۴ ص ۲۷۱) "حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چارپائے کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرے تو اس کو قتل کر دو اور ساتھ ہی اس چارپائے کو بھی قتل کر دو۔ امام عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو کہا کہ بدفعلی کرنے والے کو قتل کر دینے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے مگر چارپائے کو قتل کر دینے کی کیا وجہ ہے تو ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا کہ میرے گمان کے مطابق خود آپؐ نے تو اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی۔ تاہم آپؐ نے اس کا گوشت کھانے کو مکروہ جانا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہو۔" یہ حدیث جامع ترمذی، سند امام احمد بن حنبل۔ ابن ماجہ اور بیہقی اور نسائی میں بھی موجود ہے۔ تاہم ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ کسی جانور کے ساتھ صحبت کرنے میں حد نہیں کیونکہ یہ حرکت بہ متعارف طور پر عمل زنا میں داخل نہیں۔ نہ تو کوئی سلیم العقل آدمی اس میں دلچسپی رکھتا ہے اور نہ کوئی بے وقوف، لہٰذا اس آدمی پر تعزیر ہو گی۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی راجح قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی طرح اسی مسلک کے قائل ہیں۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔ عَنْ عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قَالَ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْ یَاْتِیْ بَھِیْمَۃً حَدٌّ قال ابوداؤد وکذا قال عطاء وقال الحکم اری ان یُجْلَدَ وَلَا یُبْلَغُ بِہِ الْحَدَّ قَالَ الحسن ھو بِمَنْزِلَۃِ الزانی قال ابوداؤد حدیث عاصم یُضَعِّفُ حدیث عمرو بن ابی عمرو (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۷۲ وفقہ السنۃ) وھٰذا اصح من حدیث الاول والعمل علی ھٰذا عند اھل العلم وھو قول احمد واسحاق وقال الخطابی واکثر الفقھاء علی انہ یُعَزَّرُ وکذالک قال عطاء والنخعی وبہ قال مالک والثوری واحمد واصحاب الرأی وھو

احد قولی الشافعی (جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۳۶) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوے ہے کہ چارپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے پر حد واجب نہیں ہوتی (تاہم تعزیر ہوتی ہے) امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس کا یہ فتویٰ اوپر عمرو بن ابی عمرو کی پہلی قتل کردینے کا حکم دینے والی روایت کو ضعیف قرار دیتی ہے۔ اگرچہ عمرو بن ابی عمرو والی حدیث کو امام محمد بن علی شوکانی نے اس کے متعدد طرق کی وجہ سے قابل عمل قرار دیتے ہوئے حیوان سے بدفعلی کرنے والے کو مع اس حیوان کے قتل کردینے کا اشارہ کیا ہے۔ تاہم اکثر محدثین اور محققین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حزم م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں۔ لا حجۃ لهم غیرما ذکرنا فی الباب الذی قبل هذا ضعف هذه الآثار لان عباد بن منصور وعمرو بن ابی عمرو واسمٰعیل بن ابراهیم ضعفاء کلهم ولو صحت لقلنا بها ولجادینا علیها ولما حل خلافها فاذ لا تصح فلا یجوز القول بها (المحلی ج ۱۱ ص ۳۸۷) کہ "حیوان کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو اور اس حیوان کو قتل کردینے پر مشتمل روایات عباد بن منصور۔ عمرو بن ابی عمرو اور اسماعیل بن ابراہیم سے مروی ہیں اور یہ تینوں ضعیف راوی ہیں۔ لہٰذا ان روایات کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔" پھر تھوڑا آگے چل کر دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایسے آدمی پر صرف تعزیر ہے۔ ثم نظرنا فی القول الذی لم یبق غیره وهو ان علیه التعزیر فقط فوجدناه صحیحا لانه قد اتی منکرا فان اللہ یقول (والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم الی العادون) لہٰذا ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چارپائے سے بدفعلی کرنے والے پر صرف تعزیر ہے (محلی ج ۱۱ ص ۳۸۹)

فقہاء حنابلہ کا بھی راجح مذہب یہی ہے کہ حیوان کے ساتھ بدفعلی کرنے والے پر تعزیر ہے قتل نہیں کیونکہ قتل پر مشتمل حدیث امام احمد بن حنبل اور دوسرے حنابلہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ چنانچہ مغنی ابن قدامہ میں ہے۔ والحدیث یرویه عمرو بن ابی عمرو ولم یثبته احمد وقال اسماعیل بن سعید سألت احمد عن الرجل یاتی البهیمة فوقف عندها ولم یثبت حدیث عمرو بن ابی عمرو فی ذالك ولان الحدود تدرأ بالشبهات فلا یجوز ان یثبت بحدیث فیه هذه الشبهة والضعف (مغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۱۶۳) اسماعیل بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے عمرو بن ابی عمرو والی حدیث کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں آتا ہے کہ چارپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو مع اس چارپائے کے قتل کردیا جائے کیا یہ صحیح ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے۔ لہٰذا بوجہ ضعف اور شبہ کے ایسے ملزم کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔"

فقہاء شوافع کا راجح قول بھی یہ ہے کہ حیوان کے ساتھ بدفعلی کے مرتکب پر صرف تعزیر ہے۔ اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ امام یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ ولا بهیمة فی الاظهر (منهاج الطالبین مع شرح مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۵) کہ "جانور کے ساتھ بدفعلی کے مرتکب پر حد نہیں" شیخ محمد الخطیب شربینی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ لان الطبع السلیم یأباه فلم یحتج الی زاجر بحد بل یعزر وفی النسائی عن ابن عباس لیس علی الذی یأتی البهیمة حدٌ ومثل هذا لا یقوله الا عن توقیف والثانی یقتل محصنا کان او غیره لقوله صلی اللہ علیه وسلم من اتی بهیمة فاقتلوه

واقتلوها معه رواه الحاکم وصحح اسناده (مغنی المحتاج ص ۱۴۵ - ج ۴) یعنی "حیوان سے بدفعلی کرنے والے پر حد اس لئے واجب نہیں ہوتی کہ طبع سلیم حیوان کے ساتھ جنس کی تکمیل پر آمادہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا حد کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس پر تعزیر ہے چنانچہ سنن نسائی میں حضرت ابن عباس رضی سے منقول ہے کہ حیوان کے ساتھ فعل بد کرنے والے پر حد نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی ایسا شخص ایسا فتویٰ تب ہی دے سکتا ہے جب کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ تاہم دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے والا شادی شدہ ہو یا کنوارہ ہر دو صورتوں میں قتل کیا جائے گا کہ امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اس کو مع اس جانور کے قتل کر دیا جائے۔"

فقہاء احناف کا مسلک:- فقہاء احناف کا مسلک بھی یہی ہے کہ اس فعل بد کے مرتکب پر صرف تعزیر ہے حد نہیں۔ چنانچہ رد المحتار یعنی فتاویٰ شامی میں ہے لا یحد بوطء (بہیمۃ) بل یُعَزَّرُ (ج ۳ ص ۲۶)۔

فقہاء موالک کا مسلک بھی یہی ہے جیساکہ تحفۃ الاحوذی کے حوالہ سے اوپر نقل ہو چکا ہے اور امام ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔ وقال الشعبی والنخعی یعزر وبہ اخذ الشافعی ومالک وابوحنیفۃ واحمد فی روایۃ فان ابن عباس افتی بذالک وھو راوی الحدیث (زاد المعاد للحافظ ابن القیم ج ۳ ص ۲۰۹) کہ "امام عامر شعبی۔ امام ابراہیم نخعی صرف تعزیر کے قائل ہیں۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رح کا بھی یہی فتویٰ اور قول ہے۔ حضرت ابن عباس رض جن سے قتل والی حدیث مروی ہے وہ بھی صرف تعزیر ہی کے قائل ہیں حد کے نہیں۔"

مذہب ظاہری - ویری الظاہریون ان واطی البہیمۃ لیس زانیا لان فعلہ لیس زنا ولم یرد نص با لحاقہ بالزنا ولکن لما کان وطء البہیمۃ محرما اصلا ففاعل ذالک فاعل منکر ومرتکب معصیۃ عقوبتھا التعزیر (محلیٰ ابن حزم ص ۳۸۶-۳۸۸ - التشریع الجنائی الاسلامی للشیخ عبدالقادر عودہ شہید مصری ج ۲ ص ۳۵۶)

کہ "بہیمہ کے ساتھ وطی کنندہ شرعاً زانی نہیں کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں جو اس فعل بد کو زنا کا حکم دیتی ہو۔ چونکہ یہ غیر وضع فطری فعل ہے لہٰذا اس کا مرتکب فعل حرام اور معصیت کا مرتکب ہے لہٰذا اس پر تعزیر ہوگی۔" (باقی)

بقیہ: مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی

آیندہ ہوگا۔ اگر مسلمانوں میں ردِّ عمل ہوا تو یہ کوئی ایم آر ڈی کی سیاسی تحریک نہیں ہوگی بلکہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے مجاہدین کا ایک سیلاب ہوگا جو عقیدۂ ختمِ نبوت کی فورس کا حامل ہوگا۔

اندریں حالات حکومت کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور اپنی اسلام دوستی کا بھرم رکھنے کے لئے دینی حلقوں سے تعاون کرتے ہوئے مولانا اسلم قریشی کی بازیابی کے لئے پوری مشینری کو حرکت میں لے آنا چاہیئے اور بلا رعایت منصب وعہدہ قادیانیوں کے اکابرین کو، مع ان کے امیر کے، شاملِ تفتیش کرنا چاہیئے۔ وہ اگر اس مسئلے کو حل کرنے میں کامیاب رہی تو اسے دینی حلقوں کا تعاون حاصل ہونے کی اُمید رکھنی چاہیئے، ورنہ عوام میں یہ تاثر پیدا ہونا فطری امر ہے کہ حکومت دانستہ قادیانیوں کی بے جا سرپرستی کر رہی ہے اور ختم نبوت کے عقیدے کے تحفظ میں مخلص نہیں ہے۔ اس طرح جو بدمزگی پیدا ہونے کا امکان ہے وہ نگاہِ حقیقت بیں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

درخواست دعائے صحت

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی صحت

بحمد اللہ پہلے سے کافی بہتر ہے مگر تاحال نقاہت باقی ہے احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے اپنی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں (ادارہ)

نقد و تحلیل

پروفیسر مولانا محمد مبارک صاحب کراچی

(۳)

میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کے سفرِ حج میں پیش آمدہ واقعات کا جائزہ

۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ صاحب

مذکورہ کمیٹی کے ارکان میں دوسرے ذی اثر حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مکی کا نام شامل ہے۔ جن کے متعلق مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے پیش کی جاتی ہے۔

"امیر امداد اللہ صاحب کا اصل نام امداد حسین تھا۔ جسے مولانا اسحاق صاحب نے بدل کر امداد اللہ کر دیا۔ حاجی امداد اللہ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ اور آپ سے بے شمار اہل فن نے فیض پایا۔ ان میں سے مشہور مولانا قاسم، رشید احمد، شیخ فیض الحسن سہارن پوری اور دوسرے نامی گرامی علمائے ہند ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں آپ معرکہ شاملی کے امیر تھے۔ اس کے بعد موصوف چھپ کر حجاز چلے گئے۔ اور مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ حاجی امداد اللہ دیوبندی جماعت کے امیر تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔"[1]

آگے چل کر مولانا عبید اللہ سندھی نے جو حالات بیان کئے ہیں ان سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ فتویٰ جہاد کے بارے میں ان حنیفوں میں اختلاف ہوا تھا۔ اس اختلاف میں جو عوامل و محرکات کارفرما تھے، ان میں اندیشہ، سود و زیاں اور مصلحت وقت ہی زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اسی جذبے نے آگے چل کر برطانوی سامراج کی وفاداری کو وجہ افتخار بنا دیا۔ اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں فتوائے جہاد کے خلاف شیخ محمد تھانوی صاحب نے جو رویّہ اختیار کیا اس رویّے کی اتباع مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے کی۔ مولانا تھانوی کے اسی مسلک کی بنا پر مولانا عبید اللہ سندھی نے ان کے "استحقاق جانشینی" پر احتجاج کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"شیخ محمد تھانوی وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا اشرف علی تھانوی کاربند تھے اور شیخ الہند کی جماعت کی سیاست کو غلط مانتے ہیں۔ مولانا اشرف علی مرحوم کے سوانح حیات جو شائع ہو چکے ہیں، ان میں تصریح ہے کہ آپ شیخ محمد صاحب کے مسلک کے پیرو ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی اور امیر امداد اللہ ایک ہی مرشد کے خلیفہ ہیں اور اسی مسئلہ جہاد پر آپس میں مخالف ہو گئے اور جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو اب امیر امداد اللہ کی جانشینی کا استحقاق مولانا اشرف علی صاحب کو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خطرناک استادی ہے جو مولانا شیخ الہند اور ان کے اساتذہ کے خصوصی کاموں کو بے کار بنا دینا چاہتی ہے۔"[2]

مولانا عبید اللہ سندھی کے استعجاب اور احتجاج پر مشتمل بیان آپ نے پڑھ لیا۔ اب مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ ص ۲۵۸

[2] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ ص ۲۶۶

درج ذیل تحریر ملاحظہ کیجئے کہ طریقت اور سیاست کی جدائی پائی جاتی تھی، یعنی شیخ کی ارادت میں برطانوی سامراج کی وفاداری شریک ہو سکتی تھی، اس اشتراک سے استحقاقِ جانشینی پیدا کرنا مقصود تھا۔ مولانا عبدالحی رح فرماتے ہیں۔

ثم سافر الی الحجاز وحج وزار واخذ الطریقة عن الشیخ الکبیر امداد اللہ التھانوی المهاجر الی مکة المبارکة وصحبه زمنا ثم رجع الی الهند

"(مولوی اشرف علی تھانویؒ نے) پھر حجاز کا سفر کیا حج اور زیارت کے بعد شیخ کبیر امداد اللہ مہاجر تھانوی سے طریقہ (تصوف) اخذ کیا۔ ایک زمانے تک شیخ کی صحبت میں رہے پھر ہندوستان واپس آ گئے" (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۷)

نوٹ:۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی شہادت کو سامنے رکھتے ہوئے ایک عام قاری کو اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا شیخ محمد تھانوی نے تحریک آزادی اور اس کے فتوے کی مخالفت کی، مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ صاحب کے نقش قدم پر برابر چلا کئے لیکن ان حضرات کے خلاف کوئی تحریک نہ چلائی گئی۔ کوئی اقدامات نہیں کئے گئے نہ کوئی کمیٹی ہی بنائی گئی۔ اس سے بڑھ کر تعجب خیز امر یہ ہے کہ اپنے ملک میں کمیٹی کی تشکیل میں مشکلات درپیش تھیں تو بیرونِ ملک میں ہی ایسے اقدامات کرنا چاہئے تھے لیکن کمیٹی بنائی گئی۔ اراکین کو جمع کیا گیا۔ ترکانِ عثمانی کی خارجہ پالیسی کو ملوث کیا گیا تو صرف شیخ الکل رح (میاں سید محمد نذیر حسین) کے خلاف! اس وجہ میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مقصد برطانوی حکومت کی مذمت تھا، لیکن اس حکمت عملی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے تقلید شخصی اور قرآن حدیث پر بالواسطہ عمل کرنے کے عقیدہ کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا۔

۳۔ مولوی عبدالقادر بدایونی

مذکورہ کمیٹی کے تیسرے اہم رکن مولوی عبدالقادر بدایونی بیان کئے گئے ہیں۔ موصوف کے والد فضل رسول بدایونی صاحب تھے۔ بدایونی صاحب کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں:۔

"مولوی فضل رسول بدایونی مرحوم سوط الرحمن[1] میں لکھتے ہیں کہ داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا۔ اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خبیث تھا۔ پھر ابن تیمیہ نے ایک نیا دین نکالا۔ بعض اشرار بداطوار، جہلاء فسقاء در حلقہ انقیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند۔" (حاشیہ تذکرہ ص ۲۲۶ طبع اول کلکتہ)

مبینہ کردار و علم کے مالک مولوی فضل رسول بدایونی کے سایہ پدری میں پروان چڑھنے والے صاحبزادہ عبدالقادر کے بارے میں مولانا عبدالحی تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیها اصولیا جدلیا ذا عنایة تامة بالبحث والمناظرة وکان علی قدم والده فی اثبات نذور الاولیاء واعراس المشائخ والستور علی القبور وایقاد السرج علیها واثبات عمل المولد بالهیئة المروجة والقیام عند ذکر الولادة والمبادرة الی تکفیر المسلمین وتبدیعهم وتفسیقهم اعاذنا الله من ذالك (نزہۃ الخواطر، ص ۲۷۶ - ج ۸)

یعنی "(مولوی عبدالقادر بدایونی) فقیہ، اصولی، مناظرہ باز اور جھگڑالو تھے۔ آپ کو مناظرہ میں کمال حاصل تھا، اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اولیاء کی نذر و نیاز کا اثبات، قبروں پر عرس، قبروں پر چادر چڑھانا اور چراغ جلانا، مولود مروجہ کی ترویج، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے ذکر کے وقت قیام اور مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں اور ان کو بدعتی کہنے میں بڑے جلد باز تھے۔ اعاذنا اللہ من ذالک" (باقی)

[1] پورا نام یہ ہے البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ ملقب بہ سوط الرحمان علی قرن الشیطان اور یہ حوالے مطبع سول ملٹری گزٹ (اردو ترجمہ) ص ۳۲، ۳۳ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

اطلاعات و اعلانات

تبلیغی اجتماعات

(۱) جمعیت اہل حدیث لاہور شہر کے زیرِ اہتمام ۱۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو مسجد منور اہل حدیث (نکلسن روڈ) میں مولانا عبداللطیف بعد نمازِ عشاء خطاب فرمائیں گے (مولانا محمد اسحاق علوی ناظمِ اعلیٰ جمعیت اہلحدیث لاہور شہر)

(۲) جمعیت اہلحدیث کنجاہ ضلع گجرات کے زیرِ اہتمام ۱۹ اپریل ۱۹۸۴ء کو مولوی محمد رفیق (راہوالی) اور حافظ محمد انور (گوجرانوالہ) اور ۲۶ اپریل کو مولانا محمد حسین شیخوپوری بعد نمازِ عشاء خطاب فرمائیں گے (محمد شریف چغتائی ناظم)

(۳) ادارہ مبلغین ضلع قصور کے تبلیغی پروگرام مندرجہ ذیل ہیں۔
۱۴ اپریل حسین خانوالہ، ۱۵ اپریل کوٹ رادھاکشن، ۱۶ اپریل شا کے بھٹیاں۔ ۱۷ اپریل، عمر بگہ۔ ۱۸ اپریل۔ بلاڈیوالہ، ۱۹ اپریل۔ سرلیہ ہٹھاڑ (ڈاکٹر عبدالغفار حلیم ناظم اعلیٰ)

(۴) جمعیت اہل حدیث جھبراں ضلع شیخوپورہ کے زیرِ اہتمام ۲۳ اپریل کو بعد نمازِ عشاء مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری اور قاری عبدالحفیظ (سرگودھا) خطاب فرمائیں گے (محمد یعقوب طاہر جنرل سیکرٹری شبان)

(۵) عثمانیہ مسجد اہل حدیث نزد کینٹ آکسفورڈ لطیف آباد حیدرآباد سندھ میں دو روزہ سیرت کانفرنس ۱۳، ۱۴ اپریل ۱۹۸۴ء (جمعہ، ہفتہ) زیرِ صدارت مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی (پیر آف جھنڈا) منعقد ہو رہی ہے جس میں کراچی اور سندھ کے جید علمائے اہل حدیث خطاب فرمائیں گے۔

تنظیم طلبہ اہلحدیث صوبہ سرحد کی تشکیلِ نو

نور اللہ غیور صاحب، امیرِ عمومی سلطان محمد صاحب، نائب امیر ● محمد عمر قریشی صاحب، ناظمِ اعلیٰ ● حبیب اللہ صاحب، خازن۔

ضلع پشاور، ضلع مردان، ضلع دیر اور درگئی میں بھی حلقہ جات بنائے گئے اور عہدیداران نامزد کئے گئے نیز افغان مہاجرین کے کیمپوں میں بھی عہدیداروں کا تقرر ہوا۔ اور ہر جگہ مجلسِ مشاورت بھی قائم کی گئی۔ ہر جگہ متفقہ طور پر تبلیغِ دین کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ (حضرت اللہ سلفی دفتر تنظیم طلبہ اہلحدیث محلہ گڑھی خان خیل ہوتی مردان)

مدرسہ حقانیہ تدریس القرآن والحدیث لبنات المسلمین وار برٹن

لڑکیوں کے لئے درس گاہوں میں دینی تعلیم کا حصہ برائے نام ہے۔ اس لئے ایک مخیر خاتون کی طرف سے عطیۃً دی گئی زمین میں مقامی اکابرین نے اس سے تعاون کر کے مدرسہ حقانیہ تدریس القرآن والحدیث لبنات المسلمین کے نام پر درس گاہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس وقت تقریباً ۸۰ بیرونی بچیاں ہیں جو درسگاہ میں قیام کرتی ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو اور ادب وغیرہ کی تدریس شروع ہو گئی ہے۔ تمام مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ تعاون فرمائیں (عبدالوارث و مولانا عزیز زبیدی مدرسہ حقانیہ تدریس القرآن والحدیث لبنات المسلمین منڈی وار برٹن ضلع شیخوپورہ)

تعمیرِ مسجد و مدرسہ میں تعاون کی اپیل

مسلم آباد سابقہ ڈوگرانوالہ اڈہ لاریاں کے قریب ایک قطعہ اراضی ایک کنال دس مرلے برائے مسجد اہل حدیث و مدرسہ جامعہ تعلیم الاسلام حاصل کر کے رجسٹرڈ کرالیا گیا ہے۔ تعمیر کا کام جاری ہے۔ اینٹ، سیمنٹ۔ سریا۔ بجری اور نقد تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ مقامی جماعت بالکل نئی اور کمزور ہے۔ ہم اہلِ ثروت حضرات سے امداد کی اپیل کرتے ہیں۔ (قاری محمد یٰسین میواتی مہتمم، حاجی عبدالرشید سیکرٹری) مسجد اہل حدیث اڈہ لاریاں مسلم آباد (سابقہ ڈوگرانوالہ) ڈاکخانہ خاص تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ)

خادم اکیڈیمی

مولانا ابراہیم خادم تاندلوی کے قصۂ توحید "اک دن مرجائیں گی" اور "اک دن مرجائیں گا"، عمدہ سفید کاغذ پر، جلی کتابت سے شائع کروایا گیا ہے۔ مبلغین اور کاروباری حضرات صرف ۲۵ روپے میں ایک سو نسخے منگوا سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک ادارہ ادا کرے گا۔ نیز ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر دو عدد منگوائیں۔

(دارالقرار ۲۲۴۔ بی سٹیلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ)

سلفی مرکز تربیت روزگار

ادارہ عالم اسلامی دعوۃ السلفیہ ملتان کے زیر اہتمام خالص سلفی العقیدہ افراد کے لئے "سلفی مرکز تربیت روزگار" قائم کیا گیا ہے۔ کم سرمایہ سے کم مدت میں صرف ۲۰ روپے ماہوار میں پرنٹنگ پریس سے متعلقہ چند اہم فنون یعنی فن کتابت۔ کمپوزنگ، ربڑ کی مہریں بنانا سکھا کر معقول آمدن حاصل کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ تعلیمی قابلیت کم از کم مڈل، میٹرک۔ تفصیلات کے لئے خود ملیں یا مبلغ -/۵ روپے بھیج کر تفصیلات طلب کریں۔ (ملک عبدالصبور رحمۃ منتظم اعلیٰ "سلفی مرکز تربیت روزگار" نیو پریس مارکیٹ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

ملتان میں علماء حق کی تقاریر کے کیسٹ

علماء اہل حدیث، علماء احناف و تبلیغی جماعت کے بزرگان دین کی تقریروں کے کیسٹ ہمارے ہاں ہر وقت موجود رہتے ہیں، نیز دنیا بھر کے ماہر قراء حضرات کی تلاوتیں بھی مل سکتی ہیں۔ کیسٹ بذریعہ ڈاک بھی منگوائی جاسکتی ہے (حافظ محمد عبدالستار عابد۔ خیر البیان کیسٹ ہاؤس اورنگ زیب روڈ نزد جامعہ خیر المدارس ملتان شہر)

خط و کتابت

کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

دار الدعوۃ السلفیہ میں اہل علم کا ایک اجتماع

بھارت سے تشریف لائے ہوئے مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۲۵ مارچ ۸۴ء کو مولانا محمد عطاء اللہ حنیف زاد فیضہ کی دعوت پر دار الدعوۃ السلفیہ تشریف لائے ان کی معیت میں مولانا معراج الحق صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند بھی تھے۔ دار الدعوۃ السلفیہ لائبریری میں نشست کا اہتمام کیا گیا۔ لاہور سے اس خصوصی نشست میں شرکت فرمانے والے دانشور اور علماء حسب ذیل تھے۔

مولانا محمد حنیف ندوی مدظلہ۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایم اے صدر ادارہ۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی، مدیر "المعارف" لاہور۔ ڈاکٹر منیر احمد مغل ایم اے پی ایچ ڈی لاہور ہائی کورٹ لاہور۔ ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی۔ پروفیسر محمد اسلم ایم اے۔ پروفیسر سعید اقبال قریشی ایم اے۔ مولانا عبدالرشید ارشد۔ مولانا ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) مولانا عبدالحی لق قدوسی، لاہور۔

ان کے علاوہ لاہور کے ناشران کتب مولانا بشیر احمد نعمانی (نعمانی کتب خانہ) مولانا نذیر احمد سبحانی (سبحانی اکیڈمی) مولانا منصور احمد (اسلامی اکادمی) جناب مقبول الرحمٰن (مکتبہ رحمانیہ) بھی موجود تھے۔ جب کہ ادارہ ہذا کے جنرل سیکرٹری (پروپرائٹر مکتبہ سلفیہ) اور مولانا محمد سلیمان انصاری (منیجر الاعتصام و سیکرٹری نشر و اشاعت دار الدعوۃ السلفیہ) اور دیگر جماعتی احباب بھی حاضر تھے۔ خالص علمی اور دینی گفتگو کا سلسلہ دیر تک جاری رہا اور احباب ایک دوسرے سے مل کر مستفیض و محظوظ ہوئے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ طویل علالت اور جسمانی نقاہت کے باوجود اس محفل میں شریک رہے لطائف و معارف میں احباب کا ساتھ دیتے رہے

(شعبہ نشر و اشاعت، ادارہ دار الدعوۃ السلفیہ۔ لاہور)

ضرورت خطیب

جامع مسجد محمدی اہل حدیث ہارون آباد ضلع بہاولنگر کے لئے ایک عالم باعمل شادی شدہ خطیب کی اشد ضرورت ہے۔ معقول تنخواہ اور رہائشی مکان موجود ہے۔

(صوفی محمد حسین صدر جمعیت اہل حدیث ہارون آباد ضلع بہاولنگر)

ضرورت قاری

ہمیں مقامی بچوں کی تعلیم کے لئے ایک تجربہ کار قاری کی ضرورت ہے۔ بجلی اور رہائش کا معقول انتظام ہے بس اڈہ سمندری سے بذریعہ تانگہ صرف دو کلومیٹر کا فاصلہ ہے (محمد اسماعیل خطیب چک نمبر ۴۷۹ گ ب ٹوٹیاں والا ضلع فیصل آباد)

تبدیلی پتہ

جامعۃ القرآن والحدیث سابقہ پتہ (فیصل کالونی) سے ذاتی خریدکردہ آفیسر کالونی نزد کوٹھی ۱۴ صادقیہ عارف روڈ بہاولنگر میں منتقل ہو گیا ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں (عبدالرشید اظہر)

WEEKLY **AL-AITISAM** LAHORE

R.L. No 5523